ایک جدید ریاست کو درپیش مشکلات: ایک "اسلامی متبادل" کے تصورات

اِسلام پسند، مُسلم پسند اور جدید اسلامی سیاسی تصور کا اطلاق

مارک سیج وِک (Mark Sedgwick)

یہ مقالہ معیاری جدید سیاسی نمونوں کے اِسلامی متبادلات کی بڑی تصویر پر زیادہ تر ایک تاریخی تناظر میں ایک نئی نگاہ ڈالتا ہے۔ یہ پہلے ان اقسام، جنہیں حامد عنایت ''جدید اسلامی سیاسی تصور،''[1] کہتا تھا، پھر اس تصور کے اطلاق کے نمونوں، اور پھر ان نمونوں کی ممکنہ تشریحات، خاص طور پر موقع کی اہمیت کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ اولیور رائے (Oliver Roy) نے 1992 میں کہا تھا،'' اسلام پسندوں نے خود کو موجودہ ریاستوں کے سانچوں میں ڈھال لیا ہے۔''[2] جوایک ایسا نتیجہ ہے جس کے ساتھ یہ مقالہ اتفاق کرتا ہے، اگرچہ مختلف وجوہ کی بنا پر۔

طلال اسد[3] کی تقلید میں، اسلامی سیاسی تصور کی تعریف سیاست کے ایسے تصور کے طور پر کی جا سکتی ہے جو اسلامی عقلی روایت کو استعمال کرتا ہے یا اس پر توجہ دیتا ہے۔ اِسلامی سیاسی تصور صرف اور صرف اسلامی نہیں ہے۔ اپنے ابتدائی دنوں میں بھی اس کی نمو بازنطینی اور ساسانی ریاستوں، جو خلافت کے ابتدائی زمانے میں وجود میں آ چکی تھیں، کے اداروں کے ساتھ رابطے اور ایامِ قدیم کے تصور کے ساتھ مکالمے کے ذریعے ہوئی۔ جدید اسلامی سیاسی تصور کی تعریف ایسے اسلامی سیاسی تصور کے طور پر کی جا سکتی ہے جس کی نمو جدید قومی ریاست کے ساتھ رابطے اور جدید مغربی سیاسی تصور کے ساتھ مکالمے کے ذریعے ہوئی ہے۔

آزاد خیالی، مسلم پسندی اور اسلام پسندی

جدید اسلامی سیاسی تصور میں تین کشادہ رجحانات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔ اولاً، چند معروف ناموں جسے محمد عبدہ'، علی عبدالرازق، فضل الرحمٰن، اور محمد عرقون کی پیش کردہ آزاد خیالی ہے۔ دوم، مسلمان ریاستوں کے محرک افراد ہیں جن میں محمد اقبال اور محمد علی جناح نمایاں ہیں۔ تیسرے، اسلامی ریاستوں کے محرک ہیں جیسے ابو الاعلیٰ مودودی، جنہوں نے اسلام پر مبنی ریاست کے لئے کام کیا، صرف مسلمانوں کی خاطر ایک ریاست کے لئے نہیں۔ دیگر مشاہیر، جنہوں نے جدید اسلامی سیاسی تصور کی اس شاخ کے لئے کام کیا، میں شامل ہیں، سُنّی مسلمانوں میں راشد رِدا، حسن البنّاء، اور سید قطب۔ شیعہ مسلمانوں میں محمد باقر

الصدر، مُرتضیٰ مطاہری، علی شریعتی اور یقیناً رُوح اللہ خُمینی کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ دیگر نام شامل کئے جا سکتے ہیں، لیکن میرا مقصد ایک جامع سروے نہیں ہے۔

یہ تینوں رُجحانات جدید قومی ریاست کے ساتھ رابطے اور جدید مغربی سیاسی تصور کے ساتھ مکالمے کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسلامی سیاسی آزاد خیالی کے خواب دیکھنے والے جدید مغربی تصور نیز اسلامی تصور کے وسیع مطالعے کے حامل تھے۔ مسلمان ریاستوں کا تصور رکھنے والوں، جنہیں میں 'مسلم پسند' کہتا ہوں، نے قوم کے جدید تصور اور ایک ایسی خیالی برادری پر توجہ مرکوز رکھی جس کی حدیں نظریاتی طور پر ریاست کے ساتھ مشترک ہوں۔ ابتدائی سیاسی تصور کا تعلق مسلمانوں کی حاکمیت سے تھا، مسلمانوں کی آبادی کی کثرت سے نہیں، اور ماضی کی عظیم مسلمان سلطنتوں کے کئی حصوں میں مسلمان دراصل ایک مقامی بلکہ مجموعی اقلیت کی حیثیت رکھتے تھے۔ آبادی کی مسلمان اکثریت کے لحاظ سے طے کردہ ایک مسلمان ریاست، ایک جدید تصور ہے۔ اسلامی ریاستوں کا تصور رکھنے والوں، جنہیں میں 'اسلام پسند،' کہوں گا، بعض اوقات ساختیاتی نمونوں کا تصور کرتے تھے جو معیاری مغربی نمونوں کے متبادلات تھے، لیکن عام طور پر ان کے متبادلات نظریاتی تھے۔ نظریاتی پر تاکید اس عمومی نظریاتی عہد کی عکاسی کرتی ہے جس میں زیادہ تر اسلامی ریاست کا تصور رکھنے والے رہتے تھے۔ بیسویں صدی ہر جگہ ایک بہت نظریاتی صدی تھی، جس میں دوسری عالمی جنگ سے پہلے کمیونزم اور فسطائیت کے مابین ٹکراؤ ہوا اور اس کے بعد کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام، بلکہ کمیونزم اور سرمایہ دارانہ آزاد خیالی میں ٹکراؤ ہوا۔ بعض مسلمان عقلمند افراد نے ان عالمگیر نظریات میں سے کسی ایک یا دوسرے کی تائید کی، جب کہ دیگر نے ان کے اسلامی متبادلات پیدا کرنے کے لئے کام کیا۔

اسلامی ریاست، جیسا کہ اسلام پسندی کا تصور رکھنے والوں نے تصور کیا، دراصل معیاری جدید ریاست کا ایک متبادل نہیں تھی، اگر ''ریاست'' کا مطلب انتظامیہ اور اختیار کا ایک نظام کار سمجھا جائے، اسکولوں کے نظام سے لے کر سیکوریٹی پولیس تک بذریعہ مرکزی بینک اور اراضی کی رجسٹری، جو اس اعلی انتظامی حاکم سے الگ ہو جو اصولاً انتظامی اور اختیار کے نظام کار کو ہدایات دیتا ہے۔ اور تصور کردہ قومی برادری سے الگ ہو جس کی نمائندگی وہ انتظامی حاکم کرتا ہے اور جس کی خدمت وہ انتظامی نظام کار کرتا ہے۔ اس طرح توضیح شدہ جدید ریاست کو کئی مغربی صاحبانِ فکر ایک امکانی مسئلہ سمجھتے ہیں۔ یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ایک جوہری ری ایکٹر کی مانند، جدید ریاست، اچھی طرح کام کرنے پر اور مناسب حفاظتی اقدامات زیر عمل ہونے پر، طاقتور اور مفید ہوتی ہے لیکن پھر بھی وقتاً فوتاً پیش آنے والی سخت ناکامیوں کی زد میں ہوتی ہے، اور

مناسب حفاظتی اقدامات لازمی ہوتے ہیں۔ جدید تر مغربی سیاسی تصور انسانوں کو ریاست سے تحفظ دینے اور ناکامیوں سے بچنے کے طریقے دریافت کرنے کے لئے مخصوص ہے۔ کچھ مغربی سیاسی تصورات، خاص طور پر طوائف الملوکی، ریاست کو توڑ دینے کی تجویز بھی دیتے ہیں۔ یہ جدید اسلامی سیاسی تصور میں کوئی اہم رُجحان نہیں، تاہم، یہ عموماً ریاست اس کو استعمال کرنے کی خواہش رکھتا ہے، اسے تباہ کرنا یا بدلنا نہیں۔[4] استثنیٰ موجود ہیں—علی بلاق[5] اور خالد ابوالفضل[6] کے نام ذہن میں آتے ہیں— لیکن عموماً جدید اسلامی سیاسی تصور نے اس مسئلے پر اپنی توجہ مرکوز نہیں کی کہ ریاست کے اختیار کو کیسے کم کیا جائے اور افراد کو اس سے بچایا جائے۔

اسلامی ریاست، جیسا کہ مودودی جیس تصور رکھنے والوں نے، اس وقت تصور کیا، معیاری جدید ریاست کا ایک متبادل نہیں ہے، بلکہ مغربی سیاسی تصور کے تیار کردہ نمونوں کی ایک متبادل ہے۔ اسلامی ریاست کا تصور رکھنے زیادہ تر افراد سمجھتے تھے کہ متعلقہ آئینی یا ساختیاتی انتظامات کی نسبت نظریے کی زیادہ اہمیت ہے۔ بیسویں صدی میں ہر جگہ کمیونسٹوں، فسطائیوں، اور آزاد خیال، نیز اسلام پسند افراد میں یہ رجحان تھا کہ کسی کے حمایت کردہ نظریاتی نظام پر زور دیتے ہوئے، کسی کے اختلاف کردہ نظریے سے وابستہ حقیقتوں پر تنقید کی جائے، جو دراصل یہ فرض کرنا تھا کہ ایک اعلی نظریہ کسی نہ کسی طرح اعلیٰ حقیقتیں، بشمول اعلی سیاسی ڈھانچے پیدا کرتا ہے اور یہ کہ ادُھوری حقیقتیں اور سیاسی ڈھانچے ادنیٰ نظریے کی عکاسی کرتے ہیں۔

ہو سکتا ہے، یہ دلیل دی جائے کہ یہ مفروضہ غلط تھا اور جیسا کہ یورپ میں بیسویں صدی کے وسط میں تھا، مسلم دنیا کے بڑے مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے سیاسی ڈھانچے قائم کرنے میں ناکامی رہی ہے جو ریاستی اختیار یا اقصادی اختیار پر مؤثر حدود عائد کر سکیں۔ مسلم دنیا میں مغربی سیاسی تصور سے پیدا شدہ ادارے مثلاً آئین اور عدالت عظمیٰ پائے جاتے ہیں، لیکن زیادہ تر صورتوں میں یہ حسب ارادہ کام نہیں کرتے، اور ریاستی اختیار کو محدود کرنے کی بجائے اس کے کام آتے ہیں۔ درکار امر، اور اس پر بحث ہو سکتی ہے، یا تو معیاری ڈھانچوں کا نفاذ ہے، یا اسلامی استدلالی روایت کے مطابق مستحکم کردہ ایسے ڈھانچوں کی تیاری ہے، جو ریاستی اختیار پر مؤثر طور پر قابو رکھ سکیں، افراد کو اس سے بچا سکیں، اور آفات کو روک سکیں۔ تاہم، یہ دلیل کسی حد تک موجودہ مقالے کی گنجائش سے باہر ہے۔

اسلام پسند تصور رکھنے والوں کی تیار کردہ اسلامی ریاست کے پیچیدہ اور (کبھی کبھی) ساختیاتی تصورات کے ساتھ ساتھ، شریعت کی حاکمیت کا نسبتاً سادہ اصول بھی ان پیچیدہ تصورات میں شامل ہوتا ہے جو کئی عام مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی ہوتا ہے۔ اسلام پسند تصور رکھنے والوں نے اپنے وقتوں اور معاشروں کے پیچیدہ تجزیے انجام دئیے، لیکن عام مسلمانوں کو ظلم و ستم، نا انصافی، بد عنوانی، اور معاشی مشکلات اور عدم مساوات کے مسائل کی نشان دہی کرنے کے لئے کسی پیچیدہ تجزیے کی ضرورت نہیں تھی، جو ویسے ہی سب کو نظر آ رہے تھے۔ اسی طرح، یہ دیکھنے کے لئے کہ ناانصافی کا متبادل انصاف ہی ہوتا ہے، کوئی پیچیدہ تجزیہ درکار نہیں تھا۔ عام مسلمان کے لئے انصاف اور شریعت کسی حد تک ہم معنی ہیں، اور اسی طرح شریعہ بھی کسی حد تک نبی اکرم ﷺ کے وقت کے مدینے کے مترادف ہے، کیونکہ یہی وہ جگہ اور وقت ہے جہاں سے سُنّت کا زیادہ تر حصہ اخذ کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک آسان تجزیہ مدینے کے تصور کو موجودہ عہد کے مسائل کے مقابلے میں لے آتا ہے۔ شریعت کی حکمرانی کا یہ آسان تصور، جس کو زیادہ تفصیل کے ساتھ واضح نہیں کیا گیا ہے، علماء اور سمجھدار افراد کے جانے پہچانے پیچیدہ تصورات کے ساتھ کھڑا ہے، اور ان کی نسبت زیادہ اہم ہو سکتا ہے۔

ماضی کی یادیں پیچیدہ اور آسان تصورات دونوں میں ایک کردار ادا کرتی ہیں۔ دونوں میں سے کسی صورت میں یہ یادیں تاریخی طور پر درست نہیں ہوتیں۔ لیکن مقبول تاریخی یادداشت پیشہ ور مؤرخین کی رسمی تاریخ کے ساتھ کبھی کبھار ہی منطبق ہوتی ہے۔[7] رسمی تاریخ کے معنوں میں، مدینہ ایک حقیقی اسلامی ریاست نہیں تھی۔ یہ یقیناً اسلامی تھی، اور مدینہ میں اس لحاظ سے ایک ریاست موجود تھی کہ وہاں ایک منظم سیاسی برادری تھی جو "ریاست" کی ایک ممکنہ تعریف ہے۔ تاہم، اس سیاسی برادری میں جدید ریاست، بلکہ قرون وُسطیٰ کی ریاست کے تقریباً تمام قواعد و ضوابط بھی مفقود تھے۔ مدینہ در اصل ایک مسلمان برادری تھی، ایک اسلامی ریاست نہیں، اور جیسا کہ علی بُلاق نے اشارہ کیا ہے، ابتدائی طور پر یہ خالصتاً ایک مسلمان برادری بھی نہیں تھی۔ جس طرح مدینہ مسلمان تھا لیکن در اصل ایک ریاست نہ تھا، دیگر اوقات اور مقامات جنہیں مقبولِ عام طریقے سے اسلامی ریاستوں کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے، وہ ریاستیں تو ہو سکتی ہیں، لیکن حقیقتاً وہ اسلامی نہیں تھیں۔ مثلاً، قدیم عثمانی ریاست اسلامی ہونے کی نسبت زیادہ تر مسلمانوں کی حکمرانی تھی۔ سُلطان اپنے وزراء اور سالاروں کی طرح مسلمان تھے، لیکن وہ ہمیشہ مثالی اسلامی طرز عمل کی کامل مثالیں پیش نہیں کرتے تھے۔ شریعت لاگو تھی اور اصولاً بلند و برتر تھی، اور اختیار پر چند مؤثر اخلاقی اور قانونی حدود ضرور نافذ کرتی

تھی، جیسا کہ وائل بی۔ حلاق نے دلیل دی ہے،[8] لیکن رسم و رواج اور ضابطہ— 'عُرف اور سیاسہ'—ہمیشہ شریعت کی پابندی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی سیاست کا طرز عمل ایسا کرتا تھا۔ قدیم اسلامی ریاست مسلمان اور طاقتور تھی، اور ایک جدید ریاست کے زیادہ قریب تھی بہ نسبت جتنی کہ مدینہ کی برادری تھی، لیکن یہ خاص طور پر اسلامی نہیں تھی۔

اگرچہ جنہیں اسلامی ریاستوں کے طور پر یاد کیا جاتا ہے دراصل اسلامی ریاستیں نہیں تھیں، ان کی مقبول عام تاریخی یادداشت پھر بھی اہم تصورات کو تحریک دیتی ہے۔ یہ بات متوقع ہے۔ مقبول عام تاریخی یادداشت جب تنبیہ نہیں کرتی، تو عموماً تحریک ضرور دیتی ہے۔ بعض مغربی باشندے اعلیٰ درجے کے ایتھنز کو یاد کرنا پسند کرتے ہیں، کچھ ہندوستانی رِگ وید کو یاد کرنا پسند کرتے ہیں، اور کچھ امریکی بوسٹن ٹی پارٹی کا حوالہ دیتے ہیں۔ نقطہ یہ نہیں ہے کہ ایتھنز دراصل کیسا تھا، رِگ وید کی تفصیل کتنی قابل بھروسہ ہے، یا 1773 میں بوسٹن میں دراصل کیا ہوا تھا، بلکہ آج یہ کِن اقدار اور تمناؤں کی علامت ہیں۔ اسی طرح اہمیت ان اقدار اور آرزؤوں کی ہے کہ جن کو عام مسلمان شریعت کے تصور اور گذشتہ اسلامی ریاستوں کی یادوں کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ یہ اقدار اور آرزوئیں ہو بہو مسلمان داناؤں کے تیار کردہ پیچیدہ نظریات جیسی نہیں، لیکن یہ ان سے ناموافق بھی نہیں، اور انہیں قوت دیتی ہیں۔ جیسے حلاق نے بھی دلیل دی ہے، تاریخ ''ایک وسیلہ ہے جس سے [مسلمان] جدید منصوبے کی دشواریوں کا سامنا کرتے وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں،'' جیسے مغربی باشندے ایسے ہی مقاصد کے لئے روشن خیالی کی یادوں سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔[9] جیسی اسلامی ریاست کا آج کل تصور کیا جاتا ہے، وہ ماضی میں بھی کہیں وجود رکھتی تھی یا نہیں، اس بات کی دراصل کوئی اہمیت نہیں۔

جدید اسلامی سیاسی تصور نے، پھر، آزاد خیال تصورات، مسلمان قومی ریاستوں کے مسلم پسند تصورات، اور اسلامی ریاستوں کے پیچیدہ اور آسان اسلام پسند تصورات پیش کئے ہیں۔ عموماً، اس نے ایسے تصورات پیش نہیں کئے جنہیں شریعت تک محدود ریاست کہا جا سکے، جو ایسا امکان ہے جس پر حلاق توجہ دینے کے لئے کہتا ہے۔

نفاذ اور اطلاق

ان تصورات کے نفاذ اور اطلاق سے متعلق اس مقالے کا تخمینہ دنیا میں مسلمانوں کی سب سے زیادہ آبادیوں کے حامل تیس ممالک، جو مل کر جدول 1 میں دکھائی ہوئی دنیا بھر کے مسلمانوں کے 90% حصے پر مشتمل ہیں،

تک محدود ہوگا۔[10] اس میں برونائی سے اُردن تک مسلمانوں کے 25 نسبتاً چھوٹے اکثریتی ممالک، اور مالٹا سے لے کر موزمبیق تک، کئی ممالک شامل نہیں، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ یہ طریقہ جزوی طور پر عملی وجوہ اور جزوی طور پر اس تجزیاتی غلط بیانی سے بچنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے، جو دلچسپ لیکن چھوٹے علاقوں، جیسے قطر اور غزہ، جن کا اثر بہت زیادہ لوگوں پر نہیں پڑتا، پر غیر متناسب توجہ دینے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔

درجہ بندی	ملک	**2010** میں تخمینہ شدہ مسلمان آبادی	کل آبادی کا فیصد جو مسلمان ہے
1	انڈونیشیا	204,847,000	88.1
2	پاکستان	178,097,000	96.4
3	ہندوستان	177,286,000	14.6
4	بنگلہ دیش	148,607,000	90.4
5	مصر	80,024,000	94.7
6	نائجیریا	75,728,000	47.9
7	ایران	74,819,000	99.7
8	ترکی	74,660,000	98.6
9	الجزائر	34,780,000	98.2
10	مراکش	32,381,000	99.9
11	عراق	31,108,000	98.9
12	سوڈان	30,855,000	71.4
13	افغانستان	29,047,000	99.8
14	ایتھوپیا	28,721,000	33.8
15	ازبکستان	26,833,000	96.5
16	سعودی عرب	25,493,000	97.1
17	یمن	24,023,000	99
18	چین	23,308,000	1.8
19	شام	20,895,000	92.8
20	ملائشیا	17,139,000	61.4
21	روس	16,379,000	11.7
22	نائیجر	15,627,000	98.3
23	تنزانیہ	13,450,000	29.9
24	سینیگال	12,333,000	95.9
25	مالی	12,316,000	92.4
26	تیونس	10,349,000	99.8
27	برکینا فاسو	9,600,000	58.9
28	صومالیہ	9,231,000	98.6
29	قازقستان	8,887,000	56.4
30	آذر بائیجان	8,795,000	98.4
	چوٹی کے 30 کا میزان	1,455,618,000	(89.89%)
	دیگر	163,685,000	(10.11%)
	عاملی میزان	1,619,303,000	(100.00%)

جدول 1: بڑے مسلمان ممالک

جدید اسلامی آزاد خیالی جدید اسلامی سیاسی تصور کی سب سے کم کامیاب شاخ محسوس ہوتی ہے، کیونکہ اس کے نفاذ کی کوئی واضح مثالیں ڈھونڈنا مشکل ہے۔ اگرچہ کوئی خود سے ظاہر کردہ اسلامی آزاد خیال ریاستیں موجود نہیں ہیں، تاہم، کئی سیاسی طور پر آزاد خیال مسلمان ذی فہم افراد موجود ہیں، جن میں سے کچھ با اثر شخصیات ہیں۔ اسلامی سیاسی آزاد خیالی اس سے زیادہ کامیاب ہو سکتی ہے جتنی کہ بعض اوقات سمجھی جاتی ہے۔

مسلم پسندی، اس کے مقابلے میں، جدید اسلامی سیاسی تصور کا سب سے زیادہ کامیاب نفاذ سمجھی جاتی ہے۔ اس وقت تقریباً 327,000,000 مسلمان پاکستان یا بنگلہ دیش میں رہتے ہیں، جو ایسے ملک ہیں جو اقبال اور جناح کے سوچے ہوئے مسمان قومی ریاست کے تصور کے بغیر وجود میں نہیں آسکتے تھے۔ لہذا، دنیا کی مسلمان آبادی کی زندگیوں کا 20% حصہ اس تصور سے براہ راست متاثر ہے، یا 22%، اگر الجزائر کو بھی شامل کیا جائے جو ایک وقت تھا کہ فرانس کا ایک حصہ تھا۔ ان صُورتوں میں مسلم پسندی کا نفاذ اتنا کامیاب رہا ہے کہ اب اس کو تسلیم شدہ سمجھ لیا گیا ہے، اور تقریباً فراموش کر دیا گیا ہے۔

تاہم، مُسلم پسندی عالمگیر طور پر کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں میں سے 21% بڑے ممالک (ہندوستان، نائیجیریا، ایتھوپیا، چین، روس، اور تنزانیہ) میں رہتے ہیں، جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ان ممالک میں سے ہر ایک میں، ایک علاقہ ایسا ہے جہاں مسلمان مقامی طور پر اکثریت میں ہیں اور اس علاقے میں کسی قسم کی مسلم پسند علیحدگی پسند تحریک جاری ہے سوائے ایک استثنیٰ کے۔ [11] ان تحریکوں میں سے کوئی بھی اپنے مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار ہوتی محسوس نہیں ہوتی۔

اسلامی ریاست کا پیچیدہ ساختیاتی تصور مسلمان قومی ریاست کے مُسلم پسند تصور کی نسبت کہیں کم کامیاب رہا ہے۔ ایران اور سعودی عرب کے علاوہ صرف دو اہم ممالک نے اس تصور کو حقیقتاً نافذ کیا ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران میں عاملہ، مقننہ اور عدلیہ کے علاوہ تین اسلامی انجمنیں ہیں، سرپرستوں کی کونسل، ماہرین کی اسمبلی اور مصلحت کی کونسل۔ ان اسلامی انجمنوں میں نمائندگی کرنے والے علماء کی تشریح کے مطابق، شریعت، اصولی طور پر، ریاست کے اختیار کو محدود کرتی ہے، بالکل اسی طرح، جیسا کہ آئین کرتا ہے۔ عملی طور پر، نظام کسی حد تک مختلف انداز میں کام کر سکتا ہے، لیکن ایک اسلامی ریاست کے پیچیدہ ساختیاتی تصور کو غیر متنازعہ طریقے سے، اگرچہ نامکمل طور پر نافذ کر دیا جاتا ہے۔

ایران کے ساتھ سعودی عرب پیچیدہ ساختیاتی نظام کو معیاری جدید سیاسی نمونوں کے متبادل کے طور پر نافذ کرنے والا دوسرا اہم ملک ہے، اگرچہ سعودی نظام دانا لوگوں کے تصورات کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ گفت وشنید، ارتقاء اور سمجھوتے کے ایک عمل سے پیدا ہوا تھا۔ اس کی شہنشاہی صورت کے باوجود، سعودی عرب ریاستی انتظامی نظام اور اس نظام کی سرگرمیوں کی وسیع گنجائش کے ساتھ عملی طور پر ایک جدید ریاست ہے۔
سعودی عرب میں غیر ریاستی ڈھانچے مثلاً قبائل، ایران کی نسبت زیادہ اہم ہیں لیکن اتنے اہم نہیں جتنا کہ چند دوسرے ممالک مثلاً موریطانیہ میں ہیں، جس کی طرف ہم واپس آئیں گے۔ سعودی عرب میں اسلامی انجمنوں کو ایک ساختیاتی کردار دینے والا کوئی رسمی آئین موجود نہیں، جیسا کہ ایران میں ہے، لیکن سعودی علماء عدلیہ کے رسمی کنٹرول اور انتظامی شاخ میں فیصلہ سازی کی کارروائیوں میں اپنے غیر رسمی لیکن بآختیار کنٹرول، جو بنیادی طور پر قانون سازی کا ایک فعل ہے، کے ذریعے ریاستی ڈھانچوں میں شامل ہیں۔ شریعت، یا کم از کم علماء کی شریعت کی سمجھ بوجھ، اصولی طور پر ریاست کے اختیار کو محدود کرتی ہے۔

ایران اور سعودی عرب کے علاوہ، تین ممالک اپنا سرکاری نام ''اسلامی'' بتاتے ہیں لیکن حقیقت میں انہوں نے کوئی پیچیدہ ساختیاتی تصور نافذ نہیں کیا ہے۔ پاکستان خود کو ایک اسلامی جمہوریہ کہلاتا ہے لیکن اس کے آئین میں فقط ایک اسلامی انجمن، کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی (اسلامی نظریاتی کونسل) کا تعین کیا گیا ہے، اور یہ صرف انتظامی اور مقننہ کو ہدایات دیتی ہے، لہذا اس کے پاس دراصل کوئی آزاد اختیار نہیں۔ پاکستان نے شریعت کی حکمرانی کے آسان تصور کو نافذ کیا ہے، لیکن ایک معیاری جدید عدالتی ڈھانچۂ کار کے اندر رہ کر اور ایک ایسے طریقے سے اس کام کو انجام دیا جو، ریاست یا انتظامیہ کے اختیار پر کوئی خاطر خواہ حد عائد نہیں کرتا۔

جس طرح پاکستان خود کو ایک اسلامی جمہوریہ کہلاتا ہے، لیکن دراصل اس نے اسلامی ریاست کے کسی پیچیدہ ساختیاتی تصور کو نافذ نہیں کیا ہے، اسی طرح نہ ہی موریطانیہ نہ افغانستان، جو دونوں خود کو اسلامی جمہوریہ کہلاتے ہیں، میں بھی اس تصور کو نافذ سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ ان دونوں میں سے کسی میں بھی شروع سے ایک جدید ریاست موجود نہیں ہے۔ دونوں ممالک میں خود ان کے اپنے وسائل میں کمی اور غیر ریاستی ڈھانچوں مثلاً قبائل کے باعث ریاستی اختیار محدود ہے۔ موریطانیہ اور افغانستان دونوں میں شریعت کا اثر موجود ہے لیکن کسی تصور کے نفاذ کے نتیجے کے طور پر نہیں: شریعت اور 'عُرف' کے بدلے میں معیاری جدید قانونی نظام

اس سے پہلے کبھی نہیں آئے، کیونکہ کسی ریاست نے کبھی اپنی بلا مقابلہ حاکمیت قائم کرنے کا بندوبست نہیں کیا۔

لہٰذا، صرف ایران اور سعودی عرب اسلامی ریاست کے ایک پیچیدہ ساختیاتی تصور کے نفاذ کی دو حقیقی مثالیں ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کا 20% حصہ پاکستان اور بنگلہ دیش کی مسلمان قومی ریاستوں میں رہتا ہے، تاہم صرف 6% مسلمان ایران اور سعودی عرب کی اسلامی ریاستوں میں رہتے ہیں۔

کسی حد تک دو بڑے ملکوں، پاکستان اور سوڈان میں زیادہ مسلمان رہتے ہیں جہاں پر شریعت کا سادہ تصوّر نافذ ہے، جنہوں نے معیاری جدید ریاستی ڈھانچوں کے اندر ایسے طریقوں سے شریعت کے چند قوانین اور عدالتیں متعارف کروائیں جو ریاستی یا انتظامی اختیار کو محدود نہیں کرتے تھے۔ اس فہرست میں دیگر چھوٹے علاقوں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔[12] تقریباً 209,000,000 مسلمان ان ممالک میں رہتے ہیں، جو کل مسلمانوں کا 13% ہیں۔ ان ممالک میں بھی، جہاں پر شریعت کا سادہ تصور بھی نافذ نہیں کیا گیا، شریعت سے اخذ کردہ کون سے اصول عوامی گفتگو، خاص طور پر ذاتی جنسی اخلاق سے متعلقہ بات چیت میں انتہائی اہم کردار ادا کرنے کے لئے سامنے آئے ہیں۔ بار دِگر، یہ بات ریاستی یا انتظامی اختیار کو محدود نہیں کرتی۔

متبادل تصورات، پیچیدہ اور سادہ دونوں، کے نفاذ سے مایوس کن نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ ایران میں رائے منقسم ہے، چند لوگ اسلامی جمہوریہ کی اس کی موجود شکل میں حمایت کرتے ہیں، کچھ اس میں اصلاح کرنے کے لئے کہتے ہیں اور کچھ اس کو بدلنے کے خواہشمند ہیں۔ ایرانی حکومت اپنے مقام کو برقرار رکھنے کے لئے ظلم و ستم کی طرف رجوع کرنے کے لئے بہت زیادہ مجبور ہے۔ اگرچہ اصولی طور پر شریعت اور علماء ایرانی ریاست کے اختیار کو محدود کرتے ہیں، تاہم عملی طور پر یوں محسوس ہوتا ہے کہ علماء کا ایک حصہ ریاست پر اختیار رکھتا ہے، جو ایک ہی بات نہیں ہے۔ ایک اسلامی جمہوریہ سے جنم لے کر، ایران قابل بحث طور پر ایک ایسا ملک بن گیا ہے جو نہ تو حقیقی طور پراسلامی ہے اور نہ ہی حقیقی طور پر ایک جمہوریہ ہے۔[13] سعودی رائے کی صورت حال کو جاننا مشکل ہے، لیکن اس بات کے مضبوط اشارے موجود ہیں کہ سعودی حکومت کے مقام کو کامیابی سے برقرار رکھنے میں کسی اور وجہ کی نسبت تیل کی دولت زیادہ کار فرما ہے۔ سعودی علماء ریاست میں اس حد تک ملوث ہیں کہ وہ ریاست کے اختیار کو محدود کرنے کی بجائے اس اختیار کو استعمال کرنے کی قوت رکھتے ہیں، اور اس کے بدلے میں بعض اوقات ریاست انہیں خود اپنے مقاصد کے

لئے استعمال کر لیتی ہے۔ سادہ تصورات کے نفاذ کی صورت میں، پاکستان میں عمومی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ''حدود آرڈینیس'' نے ظلم و ستم، ناانصافی یا بد عنوانی کا کوئی تدارک نہیں کیا۔[14] سوڈان میں پائے جانے والے شریعت کے عناصر کے بارے میں زیادہ تر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے سوڈان کو درپیش کئی بڑے مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا۔ عوامی گفتگو میں شریعت سے اخذ کردہ اصولوں نے ذاتی رویے پر کچھ اثر ڈالا ہے، لیکن وسیع تر سماجی مسائل پر نہیں۔ شریعت انصاف کی علامت ہو سکتی ہے، لیکن یہ جتنی بھی بآختیار ہو، ایک علامت سے زیادہ، اس سے یہ درکار ہے کہ جدید ریاست اور اقتصادی قوت کو قابو میں رکھے۔ پیچیدہ اور سادہ تصورات دونوں کا نفاذ جتنا شاذو نادر ہے، اُتنا ہی غیر تسلی بخش ہے۔

اب تک ہم نے مسلمانوں کے 6% حصے کو دیکھا ہے جو ان ممالک میں رہتے ہیں جہاں اسلامی ریاست کے پیچیدہ تصورات کو نافذ کیا گیا ہے، 13% جو ان ممالک میں رہتے ہیں جہاں شریعت کے ایک سادہ تصور کو جزوی طور پر نافذ کیا گیا ہے، اور 21% جو ان ممالک میں رہتے ہیں جہاں غیر مسلم اکثریت کا مطلب ہے کہ تعریف کے مطابق ایک اسلامی ریاست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اگرچہ وہاں مسلم پسندی کی گنجائش موجود ہے۔

تینوں گروپ مل کر دنیا بھر کی مسلمان آبادی کا 40% بنتے ہیں۔ جیسا کہ جداول 2 اور 3 میں دکھایا گیا ہے، باقی ماندہ 50% (60% نہیں، کیونکہ 10% مقالہ کے زیر معائنہ 30 کے علاوہ ممالک میں رہتے ہیں) 16% مسلمان اکثریت والی آمریت بسند حکومتوں میں، اور 33% بامعنی کثرتِ وجودی انتخابی نظاموں کے حامل مسلمان اکثریت والے ممالک میں رہتے ہیں۔ جن کا اندازہ اس آسان سوال کا جواب دینے کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے کہ موجود صدر یا انتظامیہ کا سربراہ کیسے آیا— بذریعہ انتخاب، یا فوجی قوت یا ایسے ہی ذرائع سے۔[15] ان میں سے چند انتخابی نظام واضح طور پر ناقص ہیں، جیسے ملائشیا میں، UMNO اختیار میں مورچہ بند ہے، یا مراکش، جہاں محل نہایت اہم اختیار اپنے پاس رکھتا ہے۔[16] دیگر ممالک غیر مستحکم یا انتہائی زیادہ بآختیار افواج کے حامل ہو سکتے ہیں۔ تاہم، ان تمام ممالک میں، بامعنی انتخابی سیاست ضرور موجود ہے، اور حزب اختلاف کی سیاسی قوتوں کو دبانے کا عمل بہت ہلکا ہے یا بالکل نہیں ہے۔

ملک	**2010** میں تخمینہ شدہ مسلمان آبادی	حکومت کی قسم
مصر	80,024,000	فوجی
الجزائر	34,780,000	فوجی
افغانستان	29,047,000	بظاہر فوجی
ازبکستان	26,833,000	آمریت پسند
یمن	24,023,000	فوجی
شام	20,895,000	فوجی
مالی	12,316,000	فوجی
برکینا فاسو	9,600,000	فوجی
صومالیہ	9,231,000	بظاہر فوجی
قازقستان	8,887,000	آمریت پسند
آذر بائیجان	8,795,000	آمریت پسند
	264,431,000	(کل کا 16.33%)

جدول 2: بڑی آمریت پسند حکومتیں

ملک	**2010** میں تخمینہ شدہ مسلمان آبادی	گذشتہ انتخاب	اسلام پسند نتیجہ
انڈو نیشیا	204,847,000	2009	چوتھا مقام، مختلف جماعتیں
بنگلہ دیش	148,607,000	2008	چوتھا مقام
ترکی	74,660,000	2011	پہلا مقام، بہت معتدل
مراکش	32,381,000	2011	پہلا مقام، سمجھوتہ
عراق	31,108,000	2010	دوسرا مقام
ملائشیا	17,139,000	2013	پانچواں مقام
سینیگال	12,333,000	2012	؟؟
تیونس	10,349,000	2011	پہلا مقام
	531,424,000	(کل کا 32.8%)	

جدول 3: بڑے انتخابی نظام

بامعنی کثرتِ وجودی پر مشتمل انتخابی نظاموں کے حامل مسلمان اکثریتی ممالک میں اسلام پسند تصورات نافذ نہیں، لیکن ان کا اطلاق موجود ہے: "اسلامی" سیاسی جماعتیں انتخابی عمل میں ایک فعال کردار ادا کرتی ہیں، رائے شماری میں بعض اوقات وہ پہلے نمبر پر آتی ہیں، بعض اوقات چھٹے نمبر پر آتی ہیں۔ اسلام پسند سیاسی نظریہ کثرت وجودی اور جمہوریت کے بارے میں جو کچھ کہے، یہ جماعتیں انتخابی نظاموں میں شرکت کرتی ہیں، جیسا کہ کمیونسٹ نظریہ جو کچھ بھی کہتا تھا، یورپی ممالک میں کمیونسٹ جماعتوں نے ایک مرتبہ انتخابی نظاموں میں شرکت کی تھی۔ اسلامی ریاستوں کے تصورات ان کے لئے اہمیت رکھتے ہیں لیکن جو باتیں ان کے

لئے اہمیت کی حامل ہیں، وہ سیاسی مواقع کے ڈھانچوں سے متعلق فوری تفکرات ہیں، اور انتخابی پلیٹ فارم اور ان لوگوں کے خیالات اور دلچسپیاں ہیں، جو انہیں ووٹ دیتے ہیں یا دے سکتے ہیں۔ تاہم، نظریہ اکثر گھٹتی ہوئی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، جیسا کہ غیر اسلامی ممالک میں بھی ہے: اکیسویں صدی اب تک بیسویں صدی کی نسبت کم نظریاتی رہی ہے۔ یہ ایک بنیاد ہے جس کو بعض اوقات "بعد از اسلام پسندی" کے طور پر شناخت کیا جاتا ہے۔

آمریت پسند حکومتوں کے حامل مسلمان اکثریت والے ممالک میں، اس کے بر عکس، اسلامی تصورات کو انتخابی عمل میں اظہار کا موقع نہیں ملتا، جو وہاں با معنی انداز میں موجود نہیں ہوتا، کیونکہ الیکشن ایک ناٹک کا عمل ہوتا ہے جس کا کام فوج یا ریاستی قوت کے پہلے سے طے شدہ نتائج کی تصدیق کرنا ہوتا ہے اور حزبِ اختلاف کی سیاسی قوتوں کو دبانا اہم ہوتا ہے۔ ایسے ممالک میں، حزب اختلاف کا کم از کم ایک بڑا گروہ اسلام سے متعلق اپنی سوجھ بوجھ سے تحریک حاصل کرتا ہے۔ حزب اختلاف کے ان اسلام پسند گروہوں میں سے چند ایک کو حکومت مؤثر طور پر کچل دیتی ہے، جیسا کہ فی الوقت مصر میں ہو رہا ہے۔ جب کہ دیگر مسلح فوج کو نظام حکومت کے خلاف استعمال کر رہے ہیں ، جیسا کہ اس وقت شام میں ہے۔

پھر، جدید اسلامی سیاسی سوچ کے پیدا کردہ متبادل تصورات کے اطلاق کا واضح نمونہ ہے۔ ایسے تصورات سے متاثرہ مسلمانوں کی تعداد کے معنوں میں، اہم ترین تصور اسلام پسند نہیں بلکہ مسلم پسند ہے، چونکہ 20% مسلمان ایسے ممالک میں رہتے ہیں جہاں پر مسلمان قومی ریاست کا تصور نافذ کیا جا چکا ہے اور 21% مسلمان ان ممالک میں رہتے ہیں جہاں پر فی الوقت مسلم پسندی ایک خروجی (علیحدگی پسند) تحریک کو ہوا دے رہی ہے۔ مسلمانوں کا 33% حصہ ایسے ممالک میں رہ رہا ہے جہاں پر اسلام پسندی کا سب سے بڑا اطلاق کثرت وجودی پر مشتمل انتخابی نظاموں کے اندر کام کرنے والی اسلامی جماعتوں کو تحریک دینا ہے۔ اسلام پسندی کا یہ اطلاق اہمیت کے لحاظ سے مسلم پسندی کا حریف ہے۔ 17% مسلمان آمریت پسند حکومتی نظام کے حامل ایسے ممالک میں رہتے ہیں جو بامعنی انتخابی سیاست میں رکاوٹ ڈالتے ہیں، جس صورت میں اسلام پسندی حزب اختلاف کی تحریکوں کو ہوا دیتی ہے۔ 13% مسلمان ایسے ممالک میں رہتے ہیں جہاں پر شریعت کی حکمرانی کا سادہ اسلام پسند تصور نافذ ہوتا ہے۔ صرف ایک چھوٹی سی اقلیت، جو کل مسلمانوں کی 6% ہے، دو ممالک میں رہتی ہے جہاں پر معیاری جدید سیاسی نمونوں، کے پیچیدہ ساختیاتی متبادل کا ایک اسلام پسند تصور نافذ ہے۔ متاثرہ ممالک کی تعداد کے معنوں میں، اگرچہ متاثرہ آبادی کے معنوں میں نہیں، سوویت عہد کی حاکمیت کے ڈھانچوں، جیسا کہ ازبکستان، قازقستان اور آذر بائیجان میں پائے جاتے ہیں، کو برقرار رکھنے کی

نسبت پیچیدہ اسلام پسند تصورات کا نفاذ در اصل نسبتاً کمیاب ہے، جہاں پر موجودہ صدر یا تو متعلقہ سوویت جمہوریہ کی کمیونسٹ پارٹی کا سابق فرسٹ سیکریٹری ہے، [17] یا سابق صدر کا بیٹا ہے، جو خود متعلقہ سوویت جمہوریہ میں کے جی بی کا سابق چئیر مین تھا۔[18] چنانچہ، ایک اسلامی ریاست کے پیچیدہ تصورات کا نفاذ واقعی بہت کمیاب ہے۔

موقع کا کردار

اس مقالے کا تیسرا اور آخری حصہ ان نمونوں کی ممکنہ وضاحت پر مختصرنظر ڈالے گا۔ مسلم پسندی اور اسلام پسندی دونوں کے لئے موقع فیصلہ کن ہوتا ہے۔ نئی مسلمان قومی ریاستیں صرف اس صورت میں تخلیق کی گئی تھیں جب حکومت کے پاس علاقائی سلامتی کو برقرار رکھنے میں اہم تر دلچسپی نہ تھی۔ آج کل کے پاکستان اور بنگلہ دیش کو 1948 میں اس علاقے سے تخلیق کیا گیا تھا، جن میں برطانوی حکومت کو مزید کوئی حقیقی دلچسپی نہ رہی تھی۔ 1962 میں، الجزائر اس علاقے سے پیدا کیا گیا تھا جس کی سلامتی میں فرانسیسی حکومت نے صرف ایک محدود دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اس وقت سے، کسی علیحدگی پسند تحریک نے اپنے تصور کا نفاذ نہیں کیا ہے، کیونکہ زیر بحث غیر مسلم ریاستیں اپنے علاقوں کی سلامتی کو برقرار رکھنے میں بہت واضح دلچسپی رکھتی ہیں۔

اسی طرح، اسلامی ریاست کے تصورات کو صرف انہی جگہوں میں نافذ کیا گیا ہے، جہاں معمول سے ہٹ کر کوئی موقع پیدا ہوا۔ غیر مسلم اکثریتوں اور آمریت پسند نظاموں نے اسلامی ریاستوں کے تصورات کے نفاذ کو نا ممکن بنا دیا ہے، سوائے صرف تین مستثنیات کے: ایران ، جہاں اسلام پسندوں نے ایک آمریت پسند نظام کا تختہ الٹنے میں مدد کی ، اور سوڈان اور پاکستان، جہاں ایک آمریت پسند نظام کے ذریعے شریعت کی حکمرانی کا سادہ تصور نافذ کیا گیا، نہ کہ ایک آمریت پسند نظام کے باوجود۔ یہ تینوں صورتیں، بہرحال، بڑی حد تک مستثنیات ہیں، نہ کہ اصول۔ اصول یہ ہے کہ کثرتِ وجودی پر مشتمل انتخابی نظام اسلامی انتخابی سرگرمی کا موقع فراہم کرتے ہیں جو ایسے تمام نظاموں میں پائی جاتی ہے سوائے سینیگال کے[19]، اور انتخابی سرگرمی کا موقع واضح طور پر خاطر خواہ غیر انتخابی سرگرمی کی ترغیب کو واضح طور دُور کرتا ہے، سوائے پاکستان میں، جہاں اسلام پسند سیاسی جماعتوں کے ساتھ ساتھ طاقت استعمال کرنے والے اسلام پسند گروہ بھی پائے جاتے ہیں۔ کثرتِ وجودی پر مشتمل انتخابی نظام واضح طور پر اسلام پسند تصور کے نفاذ کے لئے موقع فراہم نہیں کرتے۔ تاہم، ہو سکتا ہے، کثرت وجودی پر مشتمل انتخابی نظاموں میں کام کرنے والے بہت سارے اسلام پسند

ایسے نظاموں کو اسلامی متبادلات کے ساتھ بدلنا چاہیں، جیسا کہ چند ایک یقیناً کرتے ہیں، چاہے چند ایک نہ کریں، حقیقت میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔

نتیجہ

جدید اسلامی سیاسی سوچ نے، جدید مغربی سیاسی سوچ کے مقابلے اور مکالمے میں، اسلامی آزاد خیالی، مسلمان ریاستوں کے مسلم پسند تصورات اور اسلامی ریاستوں کے اسلام پسند تصورات پیدا کئے ہیں۔ اسلامی ریاستوں کے اسلام پسند تصورات بعض اوقات معیاری جدید اسلامی سیاسی ڈھانچوں کے متبادلات کے تصورات ہوتے ہیں، لیکن زیادہ تر متبادل نظریاتی تصورات ہوتے ہیں۔ ان میں انصاف کے طور شریعت کا سادہ تصور شامل ہوتا ہے۔ آزاد خیال تصورات کہیں بھی نافذ نہیں کئے گئے، لیکن پھر بھی اہم ہو سکتے ہیں۔ اسلامی ریاستوں کے تصورات کو پاکستان اور بنگلہ دیش میں اس حد تک کامیابی سے نافذ کیا گیا ہے کہ انہیں تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اسلامی ریاستوں کے تصورات شاذو نادر طور پر صرف ایران اور سعودی عرب میں نافذ کئے گئے ہیں۔ شریعت کا سادہ تصور بعض ممالک میں نافذ کیا گیا ہے، لیکن اختیار پر ایک مؤثر حد کے طور پر نہیں۔

تاہم، دنیا کے زیادہ تر مسلمان ایسے ممالک میں رہتے ہیں جہاں ایک اسلامی ریاست کے تصورات کو نفاذ کرنا ایجنڈا میں شامل نہیں، بعض اوقات یہ اس لئے ہوتا ہے کیونکہ ایک آمریت پسند حکومتی نظام یا ایک غیر مسلم اکثریت نفاذ کو ناممکن بنا دیتی ہے۔ زیادہ تر صورتوں میں یہ اس لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ کثرتِ وجودی پر مشتمل انتخابی نظام کے حامل ممالک میں رہ رہے ہوتے ہیں۔

اس بات، کہ جدید اسلامی سیاسی سوچ کے تصورات عالم اسلام کے زیادہ تر حصے میں اتنا تھوڑا کردار ادا کرتے ہیں، کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ایک نسبتاً بڑا کردار ادا نہیں کر سکتے یا انہیں کرنا نہیں چاہئے۔ اسلامی دنیا میں انتخابی نظام اکثر ناقص ہوتے ہیں، جیسا کہ نوٹ کیا گیا ہے، اور افراد کو ریاستی اختیار اور دیگراقسام کے اختیار، جیسے معاشی اختیار سے اکثر ناکافی تحفظ دیا جاتا ہے۔ دیگر مقامات پر بھی نظام ناقص ہوتے ہیں، تاہم، جیسا کہ OECD ممالک میں ووٹروں کی تعداد میں لگاتار کمی اور اس بحران، جو اٹلی نے سِلویو برلو کونی (Silvio Berlusconi) کے تحت برداشت کیا، جیسے اشاروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ جدید مغربی سیاسی تصور نے کچھ جواب دریافت کئے ہیں، لیکن اس کو تمام جوابات حاصل نہیں ہوئے، اور اس نے کافی سوالات جدید اسلامی سیاسی تصور کے لئے چھوڑ دئیے ہیں۔

[1]Hamid Enayat, *Modern Islamic Political Thought* (Austin: University of Texas Press, 1982).
[2] Olivier Roy, *The Failure of Political Islam* (Harvard: Harvard University Press, 1994), p. 194.
[3]Talal Asad, "The Idea of an Anthropology of Islam," Occasional papers, Washington D.C.: Center for Contemporary Arab Studies, Georgetown, 1986.
[4]Hizb ut-Tahrir might seem an exception, but is not. HT UK's "The Structure of the Islamic State," for example, shows a more or less standard modern structure. There is to be a Director-General of Industry, for example, heading departments for International Trade, Public Utilities & Energy, E-Commerce, and so on (p. 10). Available www.hizb.org.uk/wp-content/uploads/2010/07/Structure-of-the-Khilafah-State.pdf, accessed April 30, 2014.
[5]Michelangelo Guida, "The New Islamists' Understanding of Democracy in Turkey: The Examples of Ali Bulaç and Hayreddin Karaman," *Turkish Studies* 11 (2010), pp. 354-57.
[6]Khaled Abou El Fadl, "The Centrality of Shariʿah to Government and Constitutionalism in Islam," in Rainer Grote and Tilmann J. Röder (eds.), *Constitutionalism in Islamic Countries: Between Upheaval and Continuity* (New York: Oxford University press, 2012), 35-61.

[7] Pierre Nora, "Between Memory and History: Les lieux de mémoire," *Representations* 26 (Spring 1989), p. 9.
[8] Wael B. Hallaq, *The Impossible State: Islam, Politics and Modernity's Moral predicament* (New York: Columbia University Press, 2013), p. ix.
[9] Hallaq, *The Impossible State*, p. 13.
[10] According to Pew's population statistics for 2010, which are inevitably inaccurate, but probably no worse than alternative statistics
[11] Tanzania has an overall Muslim minority and a region where Muslims are a majority, but no significant secessionist movement, perhaps because Zanzibar already has a significant degree of autonomy.
[12] Gaza, for example, does not formally have sharia law, but does have a Committee for the Propagation of Virtue and the Prevention of Vice that enforces Sharia norms.
[13] Wael B. Hallaq, *The Impossible State: Islam, Politics, and Modernity's Moral Predicament* (New York: Columbia University Press, 2013).
[14] Instead they have complicated the prosecution of rape cases and provided new opportunities for new forms of oppression and corruption. Moeen H. Cheema, "Beyond Beliefs: Deconstructing the Dominant Narratives of the Islamization of Pakistan's Law," *American Journal of Comparative Law* 60 (2012), pp. 875-917.
[15] 16% plus 33% is 49%. The difference is Niger, where an electoral system appears to be in place despite the lack of a modern state.
[16] Two of these countries, Indonesia and Senegal, are judged "free" by Freedom House and a "flawed democracy" by the *Economist*—one category lower than "full democracy," achieved mostly by OECD countries. The other countries are mostly judged "partly free" and "hybrid regimes," notably Pakistan, Bangladesh, and Turkey.
[17] Uzbekistan and Kazakhstan.
[18] Uzbekistan and Kazakhstan.
[19] Senegal has an electoral system but no significant Islamic political party, perhaps because that role is played by the Mourides, a Sufi order of great political and economic significance.